اس سرگرمی میں ایسے عناصر پیش پیش تھے جن کا کوئی تنظیمی رابطہ تنظیم آزادی فلسطین P.L.O سے نہیں تھا اور یہ عرب انتہا پسند اور اپنے طور پر اسرائیلیوں کی درندگی کے خلاف انتقامی کارروائی کرکے دنیا کی توجہ اپنے تحریکی مقاصد کی طرف مبذول اور مظلوموں کے ساتھ انصاف کے لئے انسانیت کے ضمیر کو جھنجھوڑنا چاہتے تھے۔ بہرحال بے قصور افراد کے خلاف کسی قسم کی نامعقول کارروائی ایک زیادتی ہے جس کا کوئی جواز کسی بین الاقوامی یا قومی قانون میں نہیں ہو سکتا۔ مگر یہ زیادتی ایک بہت بڑی زیادتی کا ردعمل تھا جو ایک غاصب حکومت اپنے مقبوضہ ملک کے حقیقی باشندوں پر سال ہا سال سے بدترین شکل میں کرتی چلی آرہی تھی۔

حال فی الحال "شیطانی آیات" (THE SATANIC VERSES) کے مصنف سلمان کے خلاف ایران کے خمینی صاحب کے فتوے قتل کے نتیجے میں جو پر تشدد واقعات بعض مقامات پر ہوئے ہیں انہیں بھی مغربی پریس دہشت پسندی قرار دے کر اس کا رشتہ اسلام کے ساتھ جوڑ رہا ہے۔ اس سلسلے میں جدید دنیائے اسلام کے اندر بنیاد پرستی (FUNDAMENTALISM) کے رجحان کا نظریاتی سوال بھی اٹھایا جا رہا ہے اس لئے کہ ایران کے اسلامی کہلانے والے انقلاب کی شدت پسندانہ کارروائیوں کو اسلامی بنیاد پرستی پر مشتمل سمجھا جا رہا ہے۔ بنیاد پرستی کی اصطلاح بھی دہشت پسندی کی طرح مغرب کی ایجاد کی ہوئی ہے اور اسلام پسندی پر اس کو چسپاں کرنے کا عمل بھی امریکہ اور یورپ ہی سے شروع ہوا ہے۔

دہشت پسندی کی تعریف: اقوام متحدہ نے اپنے اجلاس ۱۸ دسمبر ۱۹۷۲ء سے اجلاس مورخہ ۷ دسمبر ۱۹۸۷ء تک ۱۵ سال دہشت پسندی کی تعریف و تشریح میں گزارے مگر آج تک "یہ وہ لفظ کہ شرمندہ معنی نہ ہوا" یہ معاملہ اصطلاحی دہشت پسندی اور اس کے سیاسی انطباق کا ہے۔ اول تو اس سلسلے میں انفرادی و اجتماعی پھر عوامی و سرکاری دہشت پسندی کے درمیان امتیاز کی بات کی جاتی ہے۔ دوسرے مختلف ممالک و اقوام اپنے اپنے متضاد اغراض کے تحت ایک دوسرے کے خلاف دہشت پسندی کا الزام رکھتے ہیں۔ شام کا بیان ہے کہ مشرق وسطی میں دہشت پسندی کی ابتدا اسرائیل نے ۱۹۵۴ء میں شام کے ایک جہاز کو گرا کر کیا۔ لیبیا کا موقف ہے کہ نسل پرست حکومتوں نے جنوبی افریقہ، نمیبیا اور فلسطین میں دہشت پسندی سے کام لیا ہے پھر کیا عراق کے نیوکلیر ری ایکٹر پر اسرائیل کی بمباری اور لیبیا کے صدر قذافی کی رہائش گاہ کے ساتھ ساتھ تری پولی میں شہری نشانوں پر امریکہ کی بمباری صریح دہشت پسندی نہیں ہے؟ یہی سوال نکاراگوا، پولینڈ اور مرکزی افریقی جمہوریہ کے واقعات کے بارے میں بھی کیا جا سکتا ہے۔

مغربی یورپ کی یوروپین اکنامک کمیونٹی (E.E.C) میں شامل ممالک اور کینیڈا سے لے کر جاپان، ترکی، ارجنٹینا، اسرائیل اور امریکہ تک سبھی ملکوں کا خیال ہے کہ دہشت پسندی کی تعریف و تعیین پر اتفاق ممکن

نہیں۔ البانیہ نے دہشت پسندی کے اقتصادی سیاسی اور معاشرتی اسباب پر زور دیتے ہوئے ویت نام، ایران، کمبوڈیا، لبنان اور نکارا گوا میں امریکی جارحیت، فلسطینیوں، لبنانیوں اور عربوں کے خلاف اسرائیلی رویے، جنوبی افریقہ کے سیاہ فاموں اور نمیبیوں پر نسل پرست حکومت جنوبی افریقہ کے حملے اور افغانستان پر روسی افواج کی تاخت و تاراج سب کو دہشت پسندی میں شامل کیا ہے۔ چنانچہ صرف دو ممالک کی مخالفت اور ایک کی غیر حاضری کے ساتھ اقوام متحدہ نے "تمام دہشت پسندانہ افعال کی جن میں براہ راست یا بالواسطہ ریاستیں بھی شامل ہیں" مذمت ۱۵۳ ممالک کے ووٹوں کی زبردست اکثریت سے کی۔

یہ حقائق واضح کرتے ہیں کہ دہشت پسندی کا الزام آج کی دنیا میں ایک سیاسی کھلونا بن گیا ہے اس لئے کہ جن ممالک کو مذکورہ بالا بیان میں دہشت پسندی کے اندر ملوث بتایا گیا ہے۔ وہ خود دوسروں بالخصوص اپنے حریفوں کو دہشت پسند قرار دیتے ہیں۔ مثال کے طور پر ۲۲ دسمبر ۱۹۸۷ء کو امریکہ نے اینٹی ٹیررسٹ ایکٹ منظور کرکے پی۔ ایل۔ او کو دہشت پسند قرار دے دیا۔ پھر سال رواں کے شروع میں افریقی نیشنل کانگریس کو بھی یہی خطاب دیا۔

اس میں کوئی شبہ نہیں کہ ویت نام میں امریکہ کی کارستانی، عالم عرب میں اسرائیل کی شرارت، افغانستان میں روس کی درندگی اور ان سب سے پہلے الجزائر میں فرانس کی بربریت موجودہ صدی میں دہشت پسندی کی وہ بدترین مثالیں ہیں جن میں دنیا کی طاقت ور حکومتیں بری طرح ملوث ہیں۔ ان کے مقابلے میں بعض افراد یا گروہوں کی دہشت گردیاں خطرناک یا تباہی کے لحاظ سے کوئی حیثیت نہیں رکھتیں۔ ہندوستان کی تحریک آزادی کے ایک مرحلے پر ۱۹۴۳ء میں جو تاگہانی تشدد برطانوی حکام یا ان کے ماتحتوں کے خلاف ہوا کیا اسے اس معنی میں دہشت پسندی کہا جاسکتا ہے جس میں ۱۸۵۷ء کی ناکامی تحریک آزادی کے بعد برطانوی سامراج نے حریت پسندوں پہ ایک دور دہشت طاری کردیا۔

آج پنجاب میں جو کچھ ہورہا ہے خواہ سکھوں کے ایک حلقے کی طرف سے یا حکومت کی جانب سے اسے کیا کہیں؟

برٹرنڈرسل نے ایک دلچسپ بات دہشت کے توازن (BALONCE OF TERROR) امریکہ اور روس کی زبردست طاقتوں کی آویزش کے بارے میں کہی ہے۔ اس کا خیال ہے کہ سرمایہ اور اشترا کی بلاکوں کے یہ سربراہ ایک دوسرے کے مقابلے میں مہلک ترین اسلحوں کے استعمال کی دھمکی ہی سے دہشت کا وہ توازن پوری دنیا میں قائم کئے ہوئے ہیں۔ جو عصر حاضر میں ایک وقفہ امن کا باعث ہے۔ یہ گویا جدید

تہذیب و تمدن پر طاری دہشت و بربریت کا کھلا اعتراف ہے جو آج کی ترقی یافتہ انسانیت کے لئے ایک نکتۂ عبرت ہے۔

تشدد اور دہشت پسندی تشدد تو یقیناً دہشت پسندی کا ایک جزو ترکیبی اور بنیادی عنصر ہے۔ لیکن انقلاب پسندوں اور جابر و مستبد اقتدار کے درمیان کشمکش میں بعض اوقات دونوں جانب سے جو خون ریزی ہوتی ہے۔ کیا وہ ہر حال میں دہشت پسندی ہے؟ مظلوم اگر ظالم کی طاقت کا مقابلہ طاقت سے کرتے ہیں یا فرماں رواکے جبر و ستم کی مزاحمت میں اور اس کے خلاف احتجاج و فریاد کرتے ہوئے محکوموں سے بھی کچھ زیادتیاں سرزد ہو جائیں تو قانون سلطنت اس سلسلے میں جو کارروائی بھی کرے ضروری نہیں کہ تاریخ بالآخر اس کی حمایت کرے زبردستی کو امن نہیں کہا جا سکتا۔ اور اس کے خلاف بغاوت کو بدامنی کہا جائے گا۔ صدیوں کی گردش ایام گواہ ہے کہ ماضی کے باغی مستقبل کے انقلابی تسلیم کئے گئے ہیں۔ اور انہوں نے بسا اوقات دنیا کے مختلف خطوں میں امن و امان اور عدل و انصاف قائم کر کے انسانیت کی خوشحالی و ترقی کا کچھ سامان کیا ہے ہر فرعون کے ایک موسیٰ کی مثل کا مفہوم یہی ہے۔ بڑے بڑے پیغمبروں، مصلحوں اور رہنماؤں کو اقتدارِ وقت نے باغی قرار دے کر ستایا ہے۔ پھر ان کے پیروؤں اور حکومتوں کے درمیان ایسی لڑائیاں ہوئی ہیں جن کے نتیجے میں فتنہ و فساد مٹا ہے اور صلاح و فلاح کا دور دورہ ہے۔

لہٰذا اصولاً تشدد کوئی جرم نہیں ہے اور نہ عدم تشدد بجائے خود کوئی صحیح عقیدہ ہو سکتا ہے۔ ظلم پر بعض اوقات صبر و تحمل ایک بات ہے۔ جب کہ ظالموں کے لئے لقمۂ تر اور نرم چارہ بن جانا بالکل دوسری بات ایک چیز ہے جارحیت اور دوسری چیز ہے اس کا دفاع، کسی جنگ باز سے مصالحت سپر اندازی ہے جب کہ اس کا مقابلہ کرنا ہمت و شجاعت ہے۔ لہٰذا جو تشدد، فتنہ و فساد کا قلع قمع کرنے اور شر پسندوں کی سرکوبی کرنے کے لئے اختیار کیا جائے۔ وہ یقیناً نہ صرف روا بلکہ مطلوب ہے۔ حکومت کی انتظامیہ ملک اور سماج کے ناپسندیدہ عناصر کے خلاف جو سخت اقدامات کرتی ہے وہ اسی قسم کے جائز اور پسندیدہ تشدد پر مشتمل ہے۔ بیسویں صدی کی دو عظیم جنگوں میں فسطائیوں اور نازیوں کے خلاف جو فوج کشی ہوئی وہ ایسا ہی ایک تشدد تھا۔ لہٰذا دہشت پسندی محض تشدد نہیں بلکہ درحقیقت وہ بے قصور اور معصوم افراد پر ظلم و ستم اور ان کو ہراساں و پریشاں کرنے کا نام ہے۔ خواہ یہ درندگی و سفاکی افراد کی طرف سے ہو یا گروہوں جماعتوں اور حکومتوں کی جانب سے، تشدد کے خلاف دہشت پسندی کے لفظ میں سنگ دلی، بے رحمی اور

ستم شعاری کے مفاہیم مضمر ہیں اور یہی حقیقت اسے مذموم بناتی ہے کہا جاسکتا ہے کہ تشدد جب اپنی جائز حد سے بڑھ کر فساد کا باعث ہو جائے اور اس کا کوئی اصلاحی مقصد واضح نہ ہو تو یہ دہشت پسندی ہے ایسی چیرہ دستی جو دوسروں کی جان و مال و آبرو پر دست درازی کرے دہشت پسندی ہے جب کہ اپنی اور دوسروں کی جان و مال و آبرو کی حفاظت کے ہتھیار اٹھانا بالکل جائز تشدد ہے۔ ایک گال پر بلا وجہ تھپیڑ مارنے والے کے سامنے ہر حال میں دوسرا گال بھی پیش کر دینا صریح بزدلی اور شر پسندوں کی نہ صرف حوصلہ افزائی بلکہ ان کے سامنے تعاون ہے۔ عدم تشدد کا نیم فلسفیانہ اور نیم صوفیانہ تصور فقط ایک ملمع کاری اور ظاہر داری ہے جس پر پورے طور سے عمل واقعہ میں نہ کبھی ہو سکا ہے اور نہ ہو سکے گا۔

ہندوستان کی تحریک آزادی میں برطانوی سامراج کے خلاف مفاہمت مجہول اول تو اقتدار وقت کی طاقت کے مقابلے میں احساس شکست پر مبنی تھی دوسرے وہ بہرحال مقاومت تھی خواہ کتنی ہی مجہول ہو

ع عصا نہ ہو تو کلیمی ہے کار بے بنیاد

بنیاد پرستی اور دہشت پسندی | نامذہبی (NON SECULAR) کہلانے والے سیاست دان بالخصوص اقتدار اور صحافی عام طور پر خالص مذہب پسندی کو بنیاد پرستی قرار دے کر اس کا رشتہ دہشت پسندی کے ساتھ لگاتے ہیں۔ گویا دہ مذہبی شدت کو ایک ایسی انتہا پسندی تصور کرتے ہیں جو تشدد کی حد تک جاتی ہے اور اپنے پیروؤں کو دہشت گردی پر مائل کرتی ہے۔ یہ مذہب کا بہت ہی ناقص تصور ہے بلکہ مذہب کی حقیقت کے بارے میں اگر شدید غلط فہمی پر مبنی نہیں ہے تو صریح مذہب بے زاری ہی اس کا محرک ہے کہنا چاہئے کہ یہ دراصل مذہب کو بدنام کرنے کی ایک سازش ہے اور جو لوگ اس کے مرتکب ہیں ان کا خیال خام ہے کہ تاریخ میں سب سے زیادہ خون ریزی مذہب کے نام پر ہوئی ہے۔ حالاں کہ مذہب پر الزام تراشی کرنے والے اگر موجودہ صدی میں قوم پرستی اور ترقی پسند کے لئے ہونے والی ہولناک خوں ریزی پر غور کریں تو نسبتًہ مذہب انہیں بہت معصوم نظر آئے گا۔ پہلی اور دوسری جنگ عظیم میں مذہب کہاں تھا؟ اشتراکی روس کی بھیانک تطہیرات میں مذہب کا کوئی حصہ ہے؟ ویت نام میں امریکہ کی بدمعاشی ہو یا افغانستان میں روس کی غنڈہ گردی یا فلسطین میں اسرائیل کی درندگی یا الجزائر میں فرانس کی سفاکی یا حبشہ میں اطالیہ کی بربریت، کسی کا بھی کسی مذہب سے کوئی تعلق نہیں ہے۔ عیسائیت ہو یا یہودیت، خون ناحق کسی کی بھی شریعت میں بھی روا نہیں، پنجاب کی حالیہ

دہشت گردی کو بھی سکھ دھرم کی تعلیم قرار دینا صحیح نہیں ہوگا۔ ورنہ سکھ کے خلاف پنجاب کے باہر فساد کو ہندو دھرم کی تعلیم ماننا پڑے گا۔ یہ نکتہ اب ہندوستان کے وزیر اعظم کی سمجھ میں بھی آگیا ہے چنانچہ پارلیمنٹ میں پنجاب کے متعلق حکومت کی تازہ ترین پالیسی کا اعلان کرتے ہوئے انہوں نے ضروری سمجھا کہ بنیاد پرستی کو دہشت گردی سے الگ کر کے دیکھیں۔

ایک گروہ اور چند افراد کو چھوڑ کر دہشت گردوں کا کوئی تعلق اب بنیاد پرستی یا مذہب کے ساتھ نہیں ہے۔

(انڈیا ٹوڈے نئی دہلی ۳۱ مارچ ۱۹۸۹ء)

بنیاد پرستی کا دوسرا انگریزی ترجمہ RADICALISM جس کا استعمال عام طور پر بنیادی و کلی انقلاب پسندی FUNDAMENTALAND کے لئے ہوتا ہے یعنی ایک ہمہ گیر اور مکمل انقلاب کی آرزو جس کے مطابق کسی دور اور ماحول کی پوری زندگی کو یکسر بدل دینے کی کوشش کی جاتی ہے اور یہ اس وقت ہوتا ہے جب معاشرہ ہر طرح بگڑ اور سڑ کر سراسر بوسیدہ فرسودہ ہو جاتا ہے پھر جب ایک بار معلوم و معروف تاریخ میں ایسا آفاقی انقلاب رونما ہو جاتا ہے اور جس نظریہ و نظام نے اسے جنم دیا ہوتا ہے تو وہ اس کے ماننے والوں کے خوابوں اور حوالوں کا مرکز بن جاتا ہے اس کی حیثیت کائنات و حیات کے تمام معاملات میں معیار حق کی ہوتی ہے جو ایک کسوٹی کا کام کرتا ہے اور کھرے کھوٹے کی پرکھ اسی کی بنیاد پر ہوتی ہے۔ لہذا صداقت کا یہ محور عظمت انسانی کا سرچشمہ قرار پاتا ہے اور شعور و کردار کے سارے محاسن کا محرک و مقصود، یہ دنیا میں انسانیت کی منزل کا نشان ہوتا ہے اور ہر قسم کی نشان طلبی کا نشانہ، اس کی اہمیت حقیقی بھی ہوتی ہے علامتی بھی، یہ کسی ملت کے وجود کے بہترین اظہار کا نمونہ اولین AVCHETYDE ہوتا ہے اور ماہر نفسیات و عمرانیات تسلیم کرتے ہیں کہ اس کے نقوش ایک ملت کے حافظے پر ہمیشہ کے لئے ثبت ہو جاتے ہیں۔ چنانچہ جب زمانہ بگڑتا ہے تو ملت اپنے فکری سرچشمہ وجود سے جتنی دور جا چکی ہوتی ہے اس کے قلب اجتماعی میں اس کی یاد اتنی ہی شدید ہوتی ہے اور اس کا ضمیر اسے دوبارہ پانے کے لئے انتہائی بے چین ہو جاتا ہے۔ یہ بے قراری نہ صرف عظمت رفتہ کی بازیابی کے لئے ہوتی ہے بلکہ اس بازیابی کے لائق بننے کے خاطر اپنے اندر ہر قسم کی تہ بہ آلائشوں سے پوری صفائی ستھرائی کے لئے بھی اس لئے کہ پرانی شان و شوکت دوبارہ حاصل کرنے کے لئے تمام بدعات و تحریفات کی اصلاح ضروری سمجھی جاتی ہے۔ اسی ضرورت کا احساس ایک شاعر سے کہلواتا ہے :-

میری تمام سرگذشت کھوئے ہوؤوں کی جستجو ایسی حالت میں مذہب کا کٹر نقطہ نظر ہی روشن خیالی اور ترقی پسندی کا نشان بن جاتا ہے۔ یہ گویا بدعقیدگی پر خوش عقیدگی کی فتح ہے جس کی سب سے بڑی پہچان خلاص اور خالصیت ہے۔

اس صورت حال کو مغربی بالخصوص مسیحی و کلیسائی تاریخ کے نشیب و فراز پر قیاس کرنا غلط ہوگا اور آج بنیاد پرستی پر گفتگو میں یہی غلطی عالمی پریس کر رہا ہے فی الواقع FUNDAME NTALISM کی اصلاح SECULARISM ہی کی طرح یورپ کے تاریک عہد وسطی DARKMIDDERAGES کے بعد نشاۃ ثانیہ اور اصلاح مذہبی کے زمانے سے متصل مغربی ممالک میں کلیسا و ریاست CHURCHAN— DSTATATE کی اس کش مکش کا شاخسانہ ہے جس کے نتیجے میں دین اور دنیا ایک دوسرے سے جدا ہو گئے اور اہل کلیسا کی بے راہ روی و زیادتی کے سبب لادین دانشوروں نے CATHOLICIAN مقابلہ RURITAUISM کی اصطلاحیں وضع کرلیں۔

انہیں مذہبی سیاق و سباق سے آگے بڑھ کر علم و ادب کا محاورہ بنا دیا۔ اس مقابلے میں وسیع المشربی و روشن خیالی اور خالصیت کو تاریک خیالی فرض کر لیا گیا۔ مشرقی یورپ کے کٹر بازنطینی کلیسا BYZANTISM GRTHOPOXCHUR کی بدکرداری کے خلاف مغربی یورپ کے وسیع المشرب رومی کلیسا CATHOLICRUMANCHARCH کی بد اطواری سے بھی زیادہ سخت ردعمل اس سلسلے میں دا یہی وجہ ہے کہ کارل مارکس کی اشتراکیت نے جرمنی اور انگلستان نیز فرانس سے کہ روس میں فروغ نے کی کلیسا و ریاست کی کش مکش کے انجام پر اقبال کا یہ تبصرہ نہایت عبرت انگیز اور بصیرت افروز ہے[۵]

کلیسا کی بنیاد رہبانیت تھی ساتی کہاں اس فقیری میں میری
خصومت تھی سلطانی و راہبی میں کہ وہ سربلند ہے یہ سر بزیری
سیاست نے مذہب سے پیچھا چھڑایا چلی کچھ نہ پیر کلیسا کی پیری
ہوئی دین و دولت میں جس دم جدائی ہوس کی امیری ہوس کی وزیری
دوئی ملک و دین کے لئے نامرادی دوئی چشم تہذیب کی نابصیری

(دین و سیاست - بال جبریل)

اس طرح مذہب کی سیاست سے خارج اور دین کو دنیا کے راستے میں مزاحم تصور کر کے ہی اہل مغرب نے

انتہائی کم عقلی اور کم ظرفی کا یہ ثبوت دیا کہ دنیا پرستی سے عاجز آ کر مذہب کی طرف مراجعت کے رجحان کو بنیاد پرستی کا خطاب دیا۔ جو اشتراکیوں کی ایجاد ہوئی۔ سیاسی گالی رجعت پسندی کا دوسرا نام ہے اور یہ نام وخطاب دونوں ایک سازش ہے فقط دین ومروت کے خلاف۔

دہشت پسندی اور اسلام | دہشت پسندی اور اسلام بالکل ضدین ہیں اور یہ دونوں ایک جگہ جمع نہیں ہو سکتے۔ یہاں تک کہ اسلام کا نام لے کر کبھی اور کہیں کچھ مسلمان بھی دہشت گردی کو راہ دیں تو اسلام سے اس کا تعلق ہرگز نہیں ہوگا۔ بلکہ یہ دین اسلام سے ایک انحراف اور شریعت محمدیؐ میں ایک تحریف کا فعل بد ہوگا، جیسے دین وشریعت کے بدترین استحصال پر محمول کیا جائے گا۔ اسلام اذیت پسندی اور فساد انگیزی کا روادار نہیں یہی بات دوسرے ان مذاہب کے بارے میں کہی جا سکتی ہے۔ جن کی اصلیت وحی الٰہی پر مبنی ہے خواہ ان کے پیروؤں نے اپنے انبیاء کی تعلیمات کو کتنا ہی مسخ کر لیا ہو حتیٰ کہ ان کے نفس پرست علمائے دین اپنے مذہب کا استعمال کتنے ہی غلط مقاصد کے لئے کر رہے ہوں۔ اس لئے کہ دین رب العالمین کا مقرر کیا ہوا وہ نظریہ حیات اور نظام زندگی ہے جو بلا امتیاز پوری انسانیت کی صلاح وفلاح کے لئے ہے۔ دین خدا کا بنایا ہوا قانون قدرت ہے اور وہ فطرت کے مطابق ہے۔ فطرت اپنی حقیقت کے لحاظ سے دہشت پسند نہیں ورنہ روئے زمین کو انسان کے لئے ہموار نہیں کیا جاتا۔ نہ آسمان شاعروں کے تخیل کے برخلاف مہربان ہوتا دنیا کی آب وہوا آدمی کو اسی لئے راس آئی ہے کہ وہ خاص اسی کے لئے بنائی گئی ہے۔

ہیں تیرے تصرف میں یہ بادل یہ گھٹائیں
یہ گنبد افلاک یہ خاموش فضائیں
یہ کوہ یہ صحرا یہ سمندر یہ ہوائیں

(اقبال روح ارضی آدم کا استقبال کرتی ہے۔ بال جبریل)

دنیا نے انسانیت کی اس حقیقت کا امین سب سے بڑھ کر وہ اسلام ہی ہے جس کی شناخت تاریخ میں پچھلے ڈیڑھ ہزار سال سے شریعت محمدیؐ کے ذریعے کی جا رہی ہے اس لئے کہ دین کا آفاقی تصور حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت کے بعد ان کی شریعت ہی میں مرکوز ہو گیا ہے۔ یہ شریعت دین اسلام کی پچھلی تمام شریعتوں کی جامع ہے اور رسول کریم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم کی تعلیمات پچھلے انبیاء کی تعلیمات کی تصدیق وترکیب کرتی ہے۔ لہٰذا وحی الٰہی کے آخری صحیفے کی حیثیت سے سنت رسول اللہ (حدیث) اس قانون قدرت اور نظام

فطرت کے احکام وہدایت اور ان کی تشریح وتفصیل کی دستاویزیں ہیں جو خداوند عالم نے زمین پر انسان کی پرامن اور صالح زندگی کے لئے تجویز اور مرتب کیا ہے۔ چنانچہ اسلامی ضابطہ حیات خیر وفلاح کی واحد ضمانت ہے اور شر وفساد کے خلاف سب سے مؤثر وسیلہ تحفظ۔

اسلام کی تعریف

اسلام ایک عربی لفظ ہے جس کا مادہ س ل م ہے اور عربی قواعد کے مطابق مختلف ابواب مثلاً افعال اور تفعیل کے تحت اس مادے سے مشتق الفاظ اسلام وتسلیم ہیں۔ جب کہ مادے کے حروف پر مشتمل ایک لفظ "سلم" کا لفظی ترجمہ امن ہے۔ پھر سلام اور سلامت کے الفاظ ہماری زبان ں سلامتی کے معنی میں مشتمل اور مروج ہیں۔ خود لفظ اسلام کا مطلب آپ کو اللہ تعالیٰ کے حوالے کرنا۔ ں کے آگے سر جھکانا۔ اس کی اطاعت، فرماں برداری اور بندگی ہے۔ یعنی اسلامی نقطہ نظر سے دنیا میں سان کی زندگی خدا کی بندگی کے لئے ہے اور یہ زندگی رب امن عالم کی ضامن ہے۔ مسلم معاشرت ں "السلام علیکم" (تم پر سلامتی ہو) کا رواج ایک اسلامی شعار پہ مبنی ہے اور اس میں ہر شخص کے ے خیر وبرکت کا پیام ہے۔ اس کا مطلب ہے کہ اسلام دنیا میں جو معاشرہ قائم کرنا چاہتا ہے، وہ اسر رحمت ہے اور اس کے افراد کے درمیان باہمی خیرخواہی اس کا امتیازی نشان ہے۔

اسلام کی اسی خصوصیت کی علامت "بسم اللہ الرحمن الرحیم" کا وہ مشہور فقرہ ہے جس سے مسلم شرے اور اس کے افراد کا کام شروع ہوتا ہے۔ اور جو قرآن مجید کی تمام سورتوں کا نقطہ آغاز ہے فقرے میں اللہ تعالیٰ کی جو دو صفات بیان کی گئی ہیں وہ دونوں رحمت میں مبالغہ کے صیغوں پر مشتمل ۔ اس کا مفہوم یہ ہے کہ رحم وکرم جس طرح خدا کی بنیادی صفت ہے اسی طرح اس کے بندوں کا امتیازی وصف ہے اور وہ اپنی زندگی میں رحم خداوندی طلب کرتے ہیں اور ان کا ہر فعل خدا کی حیمی سے منسوب ہوتا ہے۔ رحم وکرم کے اس جذبے سے بڑھ کر امن وامان کی کیا ضمانت دنیا ہو سکتی ہے؟

دہشت پسندی اسلام کی نظر میں

دین اسلام کے عقائد واخلاق کے مذکورہ بالا جائزے سے ہے کہ اسلام دہشت پسندی اور دہشت گردی کا روادار نہیں۔ فی الواقع اسلامی نظریہ زندگی ن کو ان تمام حیوانی میلانات، نفسیاتی الجھنوں اور معاشی کشمکش سے نجات دلاتا ہے۔

دہشت گردی ایک وحشیانہ فعل ہے اور اسلام کے تہذیبی نظام میں اس کی کوئی گنجائش نہیں

اسلام انسان کو صرف خدا کا خوف دلاتا ہے۔ لہذا وہ کسی انسان کو اس کی اجازت نہیں دے سکتا کہ وہ لوگوں کو اپنا خوف دلائے اور انہیں خوف زدہ کرکے اپنے اغراض و مفادات حاصل کرے۔ معاشرے میں کشیدگی اور کشاکش اسلام کو گوارا نہیں۔ وہ ہر قسم کی کشمکش اور چپقلش ختم کرکے ایک پرامن ماحول میں افراد کے درمیان الفت واخوت اور فلاحی کاموں میں اشتراک و تعاون کے مواقع پیدا کرنا چاہتا ہے تاکہ بندگان خدا یکسوئی کے ساتھ اپنی اور کائنات کی تخلیق کے مقاصد کی تکمیل میں بے روک ٹوک مشغول ہوں۔

اسلامی جہاد کی شان یہ ہے کہ ظالم اقتدار کے سامنے کلمۂ حق بلند کرنا اس کی بہترین خصوصیت ہے۔ اور ظالم کو اس کے ظلم سے روکنے کی کوشش ایمان کی علامت ہے اس لئے کہ لوگوں کو برائی سے منع اور اچھائی کی تلقین کرنا امت مسلمہ کا امتیازی کردار اور منصبی فریضہ ہے۔ یہ جہاد شر کے خلاف خیر کی محاذ آرائی اور باطل کے ساتھ حق کی پنجہ کشی ہے۔ جس میں طاقت کا استعمال تخریبی سرگرمی کے لئے نہیں صرف تعمیری مقاصد کے لئے ہوگا۔ یہ حق پسندی اور حق کوشی، دہشت پسندی اور دہشت گردی کے لئے پیام فناء ہے خواہ اس کا ارتکاب کوئی فرد کرے، کوئی جماعت کرے یا کوئی حکومت

بقیہ معوذتین

رابعاً۔ یہ خطرہ لگا ہوتا ہے کہ اسلام اور اہل اسلام کی ترقی کو برداشت نہ کرنے والا کھلم کھلا حملے شروع کرے۔ جیسا کہ روس نے افغان مجاہدین کے ساتھ ظلم وستم شروع کر رکھا ہے۔ اس کو حاسد اذا حسد اشارہ کیا گیا ہے۔

خامساً۔ یہ خطرہ لگا ہوتا ہے کہ انسان غیبی دشمن شیطان کے دام میں نہ پھنسے۔ اس کو الوسواس الخناس میں اشارہ کیا گیا ہے۔

اللہ تعالیٰ نے اس شر کے متعلق تین مستعاذ منہ ذکر کئے ہیں اور اول اللہ کر میں چار مستعاذ منہ کے لئے ایک مستعاذ ذکر کیا ہے۔

اللہ تعالیٰ قرآن مجید کو انسی، شیطان پر ختم کیا۔ یہ ایسا شیطان ہے کہ تعوذ سے نہیں بھاگتا اور کار گناہ کا اغراء بہت زود اثر ہوتا ہے۔

معاشرہ اور قوم وملت کی تباہی میں انسی شیطان کا مؤثر کردار ہے۔ اللہ تعالیٰ سب کو شیاطین کے اور فتنوں سے محفوظ رکھے۔ آمین